گونپہ ایک چھوٹی سی سلطنت کے مانند تھا۔ جہاں اختیارات ادنی اور اعلی درجے کے لاماؤں میں تقسیم ہوتے۔ عام ''لاما'' بااختیار لاما کے حکم کامحتاج ہوتا تھا۔ اعلی اختیارات کا حامل ''لاما'' اپنے اختیارات میں صرف ان آزمودہ کار لاماؤں کوشریک کرتا تھا جونفس کشی اور ریاضت کے ان گنت مراحل سے سرخرو ہوکر نکلتے تھے۔ گونپے کے اخراجات لوگوں کے حسب استطاعت نذرانے سے پورے کیے جاتے تھے۔ گونپوں کے خزانوں میں زروجواہر کی کمی نہ تھی۔

توہم پرستی اور اذیت پسندی نے لاماؤں کوانتہا درجے کا متعصب اور تنگ نظر بنا دیا تھا۔ یہ لوگ اپنی ذات سے متنفر تھے، اس لیئے دوسروں کے ساتھ محبت یا رواداری ان کی سرشت سے ہی خارج تھی، عقائد کے معاملے میں ذرہ بھر لچک ان کے لیئے ناقابل برداشت تھی۔ تساہل پسندی کے مرتکب کے ریاضت کے نام پر ناقابل برداشت جسمانی اذیتوں اور مشکلات سے گزرنا پڑتا تھا۔

نفس کشی کے جوطریقے رائج تھے، ان پر اعتراض کرنا یا معقولیت کی کسوٹی پر کھنا ناقابل معافی جرم تھا۔ گونپوں کے اندرونی معاملات کی بھنک باہر دنیا تک پہنچنے دینا ایسا سخت ترین گناہ تصور کیا جاتا تھا، جس کی کوئی معافی نہ تھی۔ اور اس مرتکب کوذہنی اعتبار سے معذور قرار دیا جاتا یا ان اذیتوں کے باعث روح خود ہی جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی تھی۔ جوشخص لاماؤں کو ناراض کرتا، عوام الناس کی نظروں میں پلید ہو جاتا اور اسے ہر طرح کے تعلقات سے بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

لاما ازم کے مطابق مقتول کی روح اعلی ترین جسم کے اندر داخل ہوکر قابل پرستش بن جاتی چنانچہ رگیالفو یا راجگان تبت اپنے کلی اختیارات اور جاہ وجلال کے باجود گونپوں یا خانقاہوں کے معاملات میں مداخلت کوگناہ عظیم سمجھتے تھے، اگر کسی بات پر دنیاوی اور روحانی حکمرانوں کے مابین مناقشہ یا مخالفت پیدا ہو جائے تو حکمران کے زوال یا موت کی بدشگونی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک گونپوں کے تقدس کی حفاظت مافوق الفطرت ارواح کے ذمے ہوتا تھا، امور حکومت کے معاملات سے بظاہر گونپے متاثر نہیں ہوتے تھے، حکمران لاماؤں کوقوت کا سرچشمہ گردانتے تھے لہذا وہ اہل گونپہ کی دعاؤں کے طلبگار رہتے تھے اور گونپوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلیئے ہر وقت شرف باریابی حاصل کرتے رہتے تھے، شادی بیاہ، پیدائش ومرگ اور جائیداد کی تقسیم کے مواقع پر سب سے پہلے گونپے کا حصہ نکالا جاتا تھا، بدھ عقائد کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو ''دلائی لاما'' کا نام دیا گیا تھا۔ جس کے احکام کے سامنے ''رگیالفو'' (بادشاہ) بھی مجبور محض تھا۔ (جاری ہے)

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مناظر اسلام سید ابوالحسن رحمہ اللہ

تیار کردہ/ طالب علم ابراہیم عبدالرحیم تحقیق واضافہ/ عبدالرحیم روزی

جامعہ دارالعلوم بلتستان نے طلباء میں علمی تحقیق وجستجو پروان چڑھانے، شوق کتب بینی کو مہمیز کرنے اور تقریر وخطابت کی طرح تحریر ومضمون نویسی جیسی اہم ضرورت پوری کرنے کی غرض سے منتہی طلبہ کو مستقل مضمون کے طور پر ایک علمی مقالہ لکھنا لازمی قرار دے رکھا ہے۔ الحمدللہ یہ تجربہ روز افزوں کامیاب تر ہوتا جارہا ہے۔

حالیہ تعلیمی سال میں طالب علم ابراہیم عبدالرحیم کریسی نے اپنے مقالے ''بعض علمائے اہلحدیث کیریس کی سوانح عمری'' میں ان اسلاف کے متعلق گم گشتہ تاریخ کے اوراق کو محفوظ کردیا ''اھل مکة ادری بشعابھا'' کے مطابق فاضل طالب علم نے اہم معلومات جمع کردی ہیں۔ تاہم ان کا مضمون، قلمکاری کا پہلا تجربہ ہونے کی وجہ سے بعض تسامحات سے خالی نہ تھا۔ زیرنظر مضمون اسی بحث کے ایک باب کی تہذیب وتلخیص ہے۔ (ادارہ)

نام ونسب: سید ابوالحسنؒ بن سید محمد شاہ بن سید قاسم شاہ بن سید محمد شاہ مخدوم الفقراء بن میر محمد نورانی (م ۱۱۸۶ھ) بن میر نجم الدین ثاقب (م ۱۱۶۳ھ) [تلمیذ شاہ ولی اللہ دھلوی] بن میر جلال الدین بن میر مختار اخیار (م ۱۱۳۱ھ مؤلف سراج الاسلام شرح فقہ الأحوط) بن أبوسعید سعداء بن میر حسن راہنما بن میر دانیال دانا بن میر شمس الدین رشید بن شیخ دانیال شہید بن میر شمس الدین عراقی بت شکن (م ۹۳۲ھ) بن میر شمس الدین محمد بن ابراہیم بن خواجہ علی بن شیخ صدرالدین بن شیخ صفی الدین اردبیلی الحسینی الہاشمی رحمھم اللہ۔

میر شمس الدین عراقیؒ ۹۱۱ھ میں سکردو بلتستان تشریف لائے۔ بلتستان کے سادات خاندانوں کا سلسلہ نسب آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا پردادا شیخ صدرالدین، امیر تیمور بادشاہ کا ہمنوا تھا۔

مولانا ممدوح تقریباً ۱۸۸۰ء کو پیداء ہوئے۔ آپ کے ایک بھائی سید علی کو بطور امام جمعہ وجماعت علاقہ غواڑی میں لایا گیا، جن کے دو صاحبزادے ہوئے سید قاسم شاہ اور سید محمد شاہ، ثانی الذکر بقید حیات ہیں اور ان کا بڑا صاحبزادہ سید مہدی شاہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کا امام جمعہ وجماعت ہے۔ سید ابوالحسنؒ (قدس سرہ) کے دادا میر قاسم شاہ کا ایک صاحبزادہ میر جلال الدین ہے، جس سے سید مہدی جان تولد ہوئے، ان سے میر خانعلوم، ان سے میر محمد اکبر اور میر مہدی شاہ تولد ہوئے۔ اول الذکر سے میر محمد شاہ تولد ہوا، جن سے خانقاہ معلیٰ سادات کالونی کی بابت آپ کا تنازعہ رہا۔ **ثانی الذکر میر مہدی شاہؒ ہمارے ممدوح کا خسر اور مدرسہ نصرۃ الاسلام کا بانی ہے۔ میر مختار اخیارؒ کا ایک شہزادہ سید**

عبداللہ شگر جا کر مقیم ہوا۔

سید ابوالحسن رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے خسر سید مہدی بن خانعلوم سے حاصل کی، پھر بلغار جا کر اخوند سودے اخونی سے کسب فیض کیا۔ اس کے بعد وزیرآباد (گوجرانوالہ) جا کر محدث پنجاب حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ (م۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ پھر میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ (م۱۳۲۰ھ) کے پاس زانوئے تلمذ تہ کیا اور ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۵ء میں سند اجازت حاصل کر کے اپنے گاؤں کریس واپس آکر تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں مگن ہو گئے۔

سید ممدوح رحمہ اللہ نے آتے ہی کتاب اللہ، اقوال رسول اللہ ﷺ اور ائمہ دین رحمہم اللہ کے منہج کے پرتو میں دعوت و تبلیغ کی مہم شروع کر دی۔ آپ کی للّٰہیت، اخلاص اور قوتِ استدلال کو دیکھ کر لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کے پیروکار بنتے چلے گئے۔ مولانا ممدوح کو بھی اپنے مقدس مشن کی تکمیل کی خاطر کانٹوں کی وادی میں قدم رکھنا پڑا، مگر آپ نے پہاڑوں کو پاش پاش کرنے والے مصائب و مظالم کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ان تکالیف میں جسمانی و ذہنی دونوں قسم کی اذیتیں شامل ہیں۔ اُس دور میں سکردو کشو باغ کی جامع مسجد کے اندر علمائے حق پر مسلح دہشت گردوں کے حملے کا تذکرہ پہلے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا رحمہ اللہ کی مابہ الامتیاز صفات' جرأتِ مجاہدانہ، قوتِ تبلیغ، پابندیِ دین، زورِ منطق اور خطیبانہ جوش و خروش تھا۔ آپ جامع مسجد غواڑی میں بار بار خطبہ ارشاد فرمانے تشریف لایا کرتے تھے۔ آج بھی پرانے بزرگان آپ کے خطبات کا تذکرہ بڑی دلسوزی اور عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔

سید موصوف رحمہ اللہ کے ہم عصر علماء میں مولانا عبدالرحیم بن محمد علی یوگویؒ (تلمیذ المحدث حسین بن محسن الانصاریؒ) مولانا محمد موسیٰؒ مؤسس دارالعلوم، مولانا ابوعبداللہ عبدالصمد بلغاریؒ اور مولانا رضاء الحق کیریسیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

حاجی خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مدرسہ نصرة الاسلام اور متصل مسجد کی بنیاد سید ابوالحسن رحمہ اللہ کے خسر سید مہدی بن خانعلوم رحمہ اللہ نے ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۲ء میں رکھی تھی۔ بلبل بلتستان، مداح صحابہؓ بابا قربان علی طورتکیؒ نے اس بارے میں درج ذیل اشعار ترتیب دیے:

ایں درسگاہ بفضلِ خداوندِ ذوالکرام   قائم نمود مہدی و عون از پئے انام

نامش نہاد درپئ سال ایں کلام ۔ ہادئ انام مدرسہ نصرۃ الاسلام

یغشی الملائکۃ علیٰ کلِ طالب ''یغشیٰ'' بداں تاریخ ایں مدرسہ انام

یہ مسجد و مدرسہ ۱۳۲۰ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور سید مہدیؒ ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۵ کو رحلت فرما گئے ۔ انہوں نے ۱۳۱۵ھ میں بلغار کے عظیم عالم مولانا عبدالصمدؒ کو اپنے گھر میں بچوں کے لیے مدرس و اتالیق مقرر کیا تھا۔ سید مہدیؒ کی وفات کے بعد آپ مدرسہ نصرۃ الاسلام کے مہتمم اور صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ آپؒ نے بڑے جوش اور ولولے سے مدرسے کو حیات نو بخشی۔

بہر حال اس مدرسے کو بھی انقلاب ایام اور گردش لیل ونہار کے مدو جزر سے گزرنا پڑا، تا آنکہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کی نشات ثانیہ کے بعد اس کا تابع ہوا۔ پھر طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد، تدریسی کمروں کی تنگ دامنی کی شکایت اور کریس شہر سے دوری وغیرہ ایسی مضبوط وجوہات بنیں کہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء میں کریس کے عین قلب اور کھلی فضا میں تعمیر کی گئی۔ یہ مدرسہ کریس میں جامعہ دارالعلوم کے برانچوں کیلئے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا ابوالحسن رحمہ اللہ تحریکِ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت میں مناظر اسلام محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے رفیق خاص تھے۔ بدنامِ زمانہ، رسوائے دوراں مرزا غلام احمد قادیانی، مولانا بٹالوی کے ساتھ سید ابوالحسن تبتی کو بھی غلیظ ترین گالیوں اور بد دعاؤں سے نوازتا تھا۔ مباہلے کیلئے قادیانی اشتہار کا جواب بھی سید صاحب نے لکھا تھا۔ (نعیم الحق نعیم :الاعتصام ۲۰ اپریل ۲۰۰۱ء)

بلتستان میں ڈوگرہ دور کے جور و استبداد کا مقابلہ کرنے اور اجتماعی دینی مفادات کے تحفظ و بقا کی خاطر ۱۹۳۸ء میں مولانا موصوف کی صدارت میں ایک پلیٹ فارم یعنی **''انجمن اسلامیہ بلتستان''** کی طرح ڈالی گئی۔

مولانا ابوالحسن رحمہ اللہ کا رنگ گندمی، قد کوتاہ، بدن سڈول، داڑھی گھنی اور چہرہ نورانی تھا۔ آپ کا خطبہ شرر بار اور آواز گرجدار تھی، سامعین کو بیدار اور مکمل گرفت میں رکھنے کا ملکہ حاصل تھا۔ آپ خطابت کے اوصاف میں اپنے جدّ امجد امیر المؤمنین علی مرتضیٰ ؓ سے شباہت رکھتے تھے۔ سید موصوف کے ہم عصر بزرگان کے مطابق آپ کی طبیعت میں قدرے خشونت تھی۔

آپ رحمہ اللہ کی عمر عزیز تقریباً ۵۹ برس تھی کہ ۱۳۶۱ھ بمطابق ۱۹۳۹ء کو اس ہنگامہ خیز دارالمحن کو خیر باد کہہ کر راہی دارالبقا ہوئے اور اپنے خاندانی قبرستان میں محو خرام ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون